ولایت اور خیار سے متعلق مسائل میں آئمہ کرام اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے آراء کا تجزیاتی مطالعہ

An in-depth analysis of Maulana Sayyid Abul A'la Maududi's viewpoints and the recognised Imams' perspectives on matters relating to Wilayat and Khiyar

Dr. Mubarak Zeb
Department of Islamic studies UOM
STT GHSS Hayaseri Dir lower
Email: Mubarakzeb890@gmail.com
Dr. Syed Toqeer Abbas
SST Govt High School Lakhodair Lahore Cantt
Email: toqeerlakhodair@gmail.com
Khushhall Shaheen
Visiting Lecturer Hailey College of Commerce Punjab University Lahore
Email: mphil2017itc@gmail.com

Abstract

"The marriage issue is the most important and fundamental issue in domestic life." The themes of guardianship (wilayat) and the option of choosing (khiyar) are the first steps in marital proceedings. Before marriage, three main aspects are unanimously agreed upon: marriage without the approval of the guardian (wali), the problem of forced guardianship, and the condition of maturity for the choice option. The existence of these challenges is inherent, despite conflicting perspectives, and there are recognized methods for dealing with them. The substance of religious topics is comprehensive and unambiguous. The principles, regulations, and opinions of recognised religious experts (A'immah) provide further explanations and answers to current concerns. Every religious authority has supplied solutions to current questions as well as methods for the future. Syed Abul A'la Maududi, on the other hand, had no loyalty to any specific school of thought and pushed for autonomous reasoning. However, he retained religiosity and followed religious verdicts while making decisions. As a result, he has a significant position in religious concerns. His publications include legal topics and conversations. Regarding domestic life, they express their opinions openly and, like respected religious scholars, emphasize its importance in essential matters.

The impacts of pluralism may be seen in British India and Pakistan, which has developed into a varied community with many races, faiths, and nationalities. Despite the formation of independent countries, the impacts of pluralistic societies may still be seen in a variety of areas. Important features of domestic life are explored in the following paragraphs, including marriage without the approval of the guardian, the issue of forced guardianship, and the maturity prerequisite for the choice option.

Keywords: Domestic life, Imams, Syed Abul A'la Maududi, Evidence, Opinions, Detailed study

خانگی امور پر تمام شعبہ ہائے زندگی کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ہر نسل، قوم، مسلک، مذہب اور ملک کے پختہ افکار و توہمات موجود ہوتے ہیں۔ تکثیری معاشرے میں خانگی زندگی کافی پیچیدہ ہوتی ہے۔ برصغیر پاک وہند کے معاشرے میں بھی خانگی امور نمایاں رہے۔ مکی اور مدنی دورِ نبوی ﷺ میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔ جاہلیت کے اثرات نے نکاح کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان میں بعض امور کو مکمل مٹادیا تاکہ خانگی زندگی صاف ستھری اور پاکیزہ حالت میں موجود ہوں۔اس کے علاوہ اس کے داخلی امور کو بھی شفافیت بخشی۔ نکاح بغیر اذن ولی، ولایت جبر اور خیار بلوغ آج کے بھی ابھرتے مسائل ہیں۔ ذیل میں آئمہ کرام اور سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی آراسے مسئلہ جاننے کی کوشش کی جارہی ہے۔

نکاح بغیر اذن ولی

مولانا مودودی کی رائے

اس مسئلہ میں مولانا مودودی نے دلائل جمع کرکے آخر میں ان کے درمیان ایک تطبیق کرتے ہوئے لکھاہے:

میں نے دونوں طرف کے دلائل جمع کرکے شارع کا جو منشا سمجھ سکاہوں وہ یہ ہے:

(1) نکاح کے معاملے میں اصل فریقین مرد اور عورت ہیں نہ کہ اولیائے عورت۔ اسی بناپر ایجاب و قبول ناکح اور منکوحہ کے درمیان ہوتاہے۔

(2) بالغہ عورت (باکرہ ہو یا ثیبہ) کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر یا اس کی مرضی کے خلاف منعقد نہیں ہوسکتا، خواہ وہ نکاح کرنے والا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ جس نکاح میں عورت کی طرف سے رضا نہ ہو، اس میں سرے سے ایجاب ہی موجود نہیں ہوتا کہ ایسا نکاح منعقد ہوسکے۔

(3) مگر شارع اس کو بھی جائز نہیں رکھتاہے کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں بالکل ہی خود مختار ہوجائیں اور جس قسم کے مرد کو چاہیں، اپنے اولیا کی مرضی کے خلاف اپنے خاندان میں داماد کی حیثیت سے گھسالائیں۔ اس لیے جہاں تک عورت کا تعلق ہے، شارع نے اس کے نکاح کے لیے اس کی اپنی مرضی کے ساتھ اس کے ولی کی مرضی کو بھی ضروری قرار دیاہے۔ نہ عورت کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر جہاں چاہے اپنا نکاح خود کرلے، اور نہ ولی کے لیے جائز ہے کہ عورت کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح جہاں چاہے کردے۔

(4) اگر کوئی ولی کسی عورت کا نکاح بطور خود کردے تو وہ عورت کی مرضی پر معلق ہوگا، وہ منظور کرے تو نکاح قائم رہے گا، نامنظور کرے تو معاملہ عدالت میں جاناچاہیے، عدالت تحقیق کرے گی کہ یہ نکاح عورت کو منظور ہے یا نہیں۔ اگر یہ ثابت ہوجائے کہ عورت کو نکاح نامنظور ہے تو عدالت اسے باطل قرار دے گی۔

(5) اگر کوئی عورت اپنے ولی کے بغیر اپنا نکاح خود کر لے تو اس کا نکاح ولی کی اجازت پر معلق ہو گا۔ولی منظور کر لے تو نکاح بر قرار رہے گا،نامنظور کرے تو یہ معاملہ بھی عدالت میں جانا چاہیے۔عدالت تحقیق کرے گی کہ ولی کے اعتراض وانکار کی بنیاد کیا ہے۔اگر وہ فی الواقع معقول وجوہ کی بنا پر اس مرد کے ساتھ اپنے گھر کی لڑکی کا جوڑ پسند نہیں کرتا تو یہ نکاح فسخ کیا جائے گا،اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس عورت کا نکاح کرنے میں اس کا ولی دانستہ تساہل کر تا رہا،یا کسی ناجائز غرض سے اس ک ٹالتار ہا اور عورت نے تنگ آکر اپنا نکاح خود کر لیا،تو پھر ایسے ولی کو سئ الاختیار ٹھہرا دیا جائے گا اور نکاح کو عدالت کی طرف سے سند جواز دے دی جائے گی۔ھٰذا ماعندی واللہ اعلم بالصواب(1)

احناف

احناف علماء کے نزدیک عورت کا بغیر اذن ولی نکاح جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو،اور یہاں تک کہ خواہ کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں،یعنی اس کو پورا اختیار ہے،البتہ غیر کفو میں اس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق ہے کہ وہ عدالت سے رجوع کریں۔امام سرخسیؒ کہتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہمیں یہ پہنچا ہے،کہ ایک عورت نے اپنی بیٹی کو اس کی رضا پہ اس کا نکاح کرایا،اس کے اولیاء نے معاملہ علی رضی اللہ عنہ تک پہنچایا،تو علی رضی اللہ عنہ نے نکاح جائز قرار دیا۔لھٰذا یہ ہمارے لیے دلیل ہے:

أَنَّ الْمَرْأَةَ إذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا أَوْ أَمَرَتْ غَيْرَ الْوَلِيِّ أَنْ يُزَوِّجَهَا فَزَوَّجَهَا جَازَ النِّكَاحُ وَبِهِ أَخَذَ أَبُو حَنِيفَةَ – رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى – سَوَاءٌ كَانَتْ بِكْرًا أَوْ ثَيِّبًا إذَا زَوَّجَتْ نَفْسَهَا جَازَ النِّكَاحُ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ سَوَاءٌ كَانَ الزَّوْجُ كُفُؤًا لَهَا أَوْ غَيْرَ كُفْءٍ فَالنِّكَاحُ صَحِيحٌ إلَّا أَنَّهُ إذَا لَمْ يَكُنْ كُفُؤًا لَهَا فَلِلْأَوْلِيَاءِ حَقُّ الِاعْتِرَاضِ،(2)۔

اگر کسی عورت نے اپنا نکاح خود کرایا،یا کسی کو اجازت دی کہ اس کا نکاح کرائے،اور اس نے اس کا نکاح کرایا تو نکاح جائز ہے۔اور یہی مذہب امام ابو حنیفہؒ کا بھی ہے۔ظاہر روایت یہ ہے کہ عورت خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ،جب اپنا نکاح خود کرائے تو نکاح جائز ہے خواہ یہ نکاح کفو میں ہو یا غیر کفوٴ میں ہو نکاح صحیح ہے،البتہ اگر کفو میں نہ ہو تو اولیاء کے لیے اعتراض کا حق حاصل ہے۔

یعنی اس سے معلوم ہوا کہ فقہائے احناف کے نزدیک نکاح بغیر اذن ولی منعقد ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے،حتیٰ کہ اگر غیر کفو میں کیا تو بھی صحیح ہے،البتہ غیر کفو میں اولیاء کو اعتراض کا حق ہے،کہ وہ عدالت میں یہ مسئلہ پیش کرے۔

مالکیہ

امام مالک اور ان کے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ عورت نہ خود اپنا نکاح کر سکتی اور نہ کسی کی ولیہ بن سکتی ہے، اور اگر عورت کسی کی ولیہ بنی تو یہ بھی ایسا ہے کہ اس نکاح میں ولی نہیں اور نکاح بغیر ولی ہو نہیں سکتا، کیونکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا شرط ہے، قاضی ابو محمد عبد الوھاب مالکی فرماتے ہیں:

" لا يصحّ كون المرأة ولياً في عقد نكاح لا على نفسها ولا على غيرها "(3)

عورت کا ولی بننا صحیح نہیں ہے، نہ اپنے آپ کی اور نہ کسی دوسری عورت کی۔

بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے، کہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا ولایت صحت نکاح کی شرائط میں سے ہے یا نہیں!

"فَذَهَبَ مَالِكٌ إِلَى أَنَّهُ لَا يَكُونُ النِّكَاحُ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَأَنَّهَا شَرْطٌ فِي الصِّحَّةِ فِي رِوَايَةِ أَشْهَبَ عَنْهُ"(4)

تو امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ نکاح بغیر ولی کا ہوتا ہی نہیں، اور امام مالکؒ سے بروایت اشھبؒ میں منقول ہے کہ نکاح کی صحت کے لیے ولی شرط ہے۔

یعنی بغیر ولی کے نکاح صحیح نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام مالک ؒ کے نزدیک جب عورت اپنے آپ کی ولی نہیں بن سکتی اور نہ اور کی، تو اگر کسی کا نکاح کرایا تو یہ نکاح بھی نہیں ہوا، کیونکہ یہ ایسا ہے جیسا کہ اس میں ولی ہے ہی نہیں۔

شوافع

شوافع علماء کی بھی یہی رائے ہے کہ ولی کے اذن اور اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے، ایسا نکاح نہیں ہو سکتا۔

امام شافعیؒ کی مشہور کتاب "کتاب الام" میں ہے کہ امام شافعیؒ سے نکاح کے بارے پوچھا گیا، تو انھوں نے فرمایا" كُلُّ نِكَاحٍ بِغَيْرِ وَلِيٍّ فَهُوَ بَاطِلٌ "کہ ہر وہ نکاح جو ولی کے بغیر ہوا ہو، باطل ہے۔

پھر پوچھا گیا کہ احادیث ثابتہ میں اس کی دلیل کیا ہے؟ تو فرمایا، کہ مجھے مالکؒ نے خبر دی ہے، اس نے عبد اللہ بن فضیل سے اور اس نے نافع بن جبیر اور اس نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت کیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

" الأَيِّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا من وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَإِذْنُهَا صُمَاتُهَا "(5)

کہ ثیب عورتیں خود اپنے آپ کے زیادہ حقدار ہیں بمقابلہ ولی کے۔ باکرہ عورتوں سے ان کی ذات کے حوالے سے اجازت لی جائے گی، اور ان کی اجازت ان کا سکوت ہے۔

امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ مجھے سعید بن مسیب سے یہ روایت پہنچی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

" لاَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ إلاَّ بِإِذْنِ وَلِيِّهَا أو ذِي الرَّأْيِ من أَهْلِهَا أو السُّلْطَانِ "(6)

عورت کو اس کے ولی کی اجازت، یا اس کے خاندان کے صاحب الرائے کی اجازت یا سلطان کی اجازت کے بغیر نکاح پر نہ دی جائے۔

امام شافعی ؒ کا مسلک تو یہی ہے کہ ہر وہ نکاح جو بغیر اذن ولی ہو جائے باطل ہے خواہ باکرہ کا ہو یا ثیبہ کا، لیکن انھوں نے جو حدیث استدلال کے طور پر پیش کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ثیبہ اپنا نکاح بغیر اذن ولی کر سکتی ہے ،البتہ باکرہ بغیر ولی کی اجازت کے نکاح نہیں کر سکتی ہے۔

حنابلہ

حنابلہ کے نزدیک بغیر اذن ولی نکاح بالکل فاسد ہے، حتیٰ کہ اگر کیا گیا تو اس میں وطی کرنا جائز نہیں، اور ایسا نکاح ان پر فسخ کرنا ضروری ہے، کیونکہ جب ہوا نہیں تو اس کو ختم کرنا ضروری ہے۔ ابن قدامہ المقدسیؒ کہتے ہیں:

"فإن تزوج بغير إذن ولي فالنكاح فاسد لا يحل الوطء فيه وعليه فراقه"

اگر کسی عورت کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا گیا تو یہ نکاح فاسد ہے، اس کے ساتھ مباشرت جائز نہیں ہے، اور اس شوہر پر اس سے جدائی لازم ہے۔

البتہ اگر اس عورت کے ساتھ اسی صورت میں مباشرت کی گئی تو ظاہر روایت کے مطابق اس پر حد نہیں ہے، کیونکہ یہ مباشرت ایسی جگہ کی ہے کہ جس کی حلت میں اختلاف ہے لھٰذا اس پر حد واجب نہیں ہے۔(7)

یعنی اس نکاح میں اگر وطی ہو گئی تو اس کو وہ زنا نہیں کہا جا سکتا جس کے پاداش میں حد زنا دی جاتی ہے، کیونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اور جب کسی مسئلہ میں اختلاف آجائے تو اس کی حرمت یا ناجائز ہونے میں بھی تخفیف آتی ہے۔

خلاصہ بحث

آئمہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد مختلف قسم کی روایات ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر اذن ولی نکاح جائز ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ جائز نہیں ہے۔ بظاہر تو اس میں تعارض معلوم ہوتا ہے لیکن ان کے درمیان تطبیق ممکن ہے جیسا کہ مولانا مودودی نے کی ہے۔

لھٰذا اس میں صحیح رائے وہی معلوم ہوتی ہے جو مولانا مودودی نے اختیار کی ہے، کہ نہ تو ولی کو کھلی اجازت ہے کہ جہاں چاہے نکاح کرائے اور نہ عورت کو اجازت ہے کہ وہ اپنے ولی کی پرواہ کیے بغیر نکاح کرے۔

یہی ایک صالح، باادب اور بااخلاق معاشرے کا حسن ہے کہ ولی اپنی بیٹی، بہن کی مصلحت کا خیال رکھے اور عورت اپنے خاندان کی غیرت اور عزت کا خیال رکھے، تب جاکے ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے گا۔

البتہ بعض معاشروں میں دونوں طرف ایک قسم کا ظلم ہورہا ہوتا ہے کہ بیٹی کی بات کو سنا ہی نہیں جاتا، اور اگر وہ اظہار کرے کہ فلاں سے میں نکاح کرنا چاہتی ہوں، تو اس کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اپنی من مانی کرتے ہوئے دوسری جگہ نکاح کرادیتے ہیں۔ جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان نبھا نہیں ہوتا، اور ہمیشہ کے لیے ان دونوں کی زندگی جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اور مودت سے موسوم کیا ہے، اجیرن بن کر رہ جاتی ہے، اور بعض اوقات اس کے بہت بھیانک نتائج نکلتے ہیں۔ لھٰذا اس ظلم سے بچنا چاہیے، جب اسلام ایک چیز کی اجازت دیتا ہے تو کون ہے جو اس کو غیر مفید اور غیرت کے منافی سمجھ بیٹھے۔

مسئلہ ولایت اجبار

ولایت اجبار کا مطلب یہ ہے، کہ ایک لڑکی کا نکاح باپ، دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا تو بالغ ہوتے ہی اس لڑکی کو قبول یا رد کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ اگر باپ دادا نے کیا ہو تو پھر لڑکی کو رد کرنے کا حق حاصل نہیں ہے، یعنی جابرانہ طور پر اس لڑکی کو یہ ماننا پڑے گا کہ اس پر راضی ہو جائے، الا یہ کہ باپ دادا کا سیئ الاختیار ہونا ثابت ہو جائے، مثلاً وہ فاسق یا بے حیا ہے یا اپنے معاملات میں سوء تدبیر یا ناعاقبت اندیشی کے لیے مشہور ہے۔ اب یہ کہ آیا یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز، تو اس حوالے سے فقہاء علماء کی مختلف آرا ہیں۔

مولانا مودودی کی رائے

اس کے بارے میں مولانا مودودی کہتے ہیں:

"یہ مسئلہ کہ باپ اور دادا کو نابالغہ پر جابرانہ حق حاصل ہے، اور ان کے کیے ہوئے نکاح کو لڑکی بالغ ہونے پر نامنظور نہیں کرسکتی، قرآن مجید کی کسی آیت یا نبی ﷺ کی کسی حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ فقہا کے محض اس قیاس پر مبنی ہے کہ باپ دادا چونکہ بیٹی کے بدخواہ نہیں ہوسکتے، اس لیے لڑکی پر ان کا کیا ہوا نکاح لازم ہونا چاہیے۔"

مولانا مودودیؒ نے اس پہ طویل بحث کرکے آخر میں لکھا:

"ان وجوہ سے فقہ کے اس جزئیہ پر نظر ثانی کی ضرورت ہے، اور مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ اس خالص اجتہادی مسئلے میں ترمیم کرکے صغیر وصغیرہ کو خیال بلوغ دیا جائے"[(8)]

آئمہ کرام کی آراء

احناف

اس مسئلہ میں احناف کی رائے یہ ہے کہ اگر صغیرہ اور صغیر کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا تو بلوغت کے بعد ان کو رد اور قبول کرنے کا اختیار ہے، اور اگر باپ دادا نے کیا تو اختیار نہیں ہے، بلکہ طوعاً یا کرھاً اس نے ماننا ہی ہے اور اسی نکاح پر رہے گی، اس سے انکار نہیں کر سکتی ہے، العنایۃ فی شرح الھدایہ میں ہے:

" فَإِنْ زَوَّجَهُمَا الْأَبُ وَالْجَدُّ فَلَا خِيَارَ لَهُمَا بَعْدَ بُلُوغِهِمَا "

یعنی اگر صغیر اور صغیرہ کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو بلوغت کے بعد ان کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہو گا۔

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" لِأَنَّهُمَا كَامِلَا الرَّأْيِ وَافِرَا الشَّفَقَةِ فَيَلْزَمُ الْعَقْدُ بِمُبَاشَرَتِهَا كَمَا إذَا بَاشَرَاهُ بِرِضَاهُمَا بَعْدَ الْبُلُوغِ "

کیونکہ باپ دادا کی رائے کامل ہے، اور بچوں پر انتہائی شفیق ہوا کرتے ہیں، تو ان کے حضور میں عقد ایسا لازم ہو جاتا ہے جیسا کہ ان صغیر اور صغیرہ کی بلوغت کے بعد ان کی رضامندی سے ہونے کے بعد لازم ہو جاتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

" وَإِنْ زَوَّجَهُمَا غَيْرُ الْأَبِ وَالْجَدِّ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا الْخِيَارُ إذَا بَلَغَ ، إنْ شَاءَ أَقَامَ عَلَى النِّكَاحِ، وَإِنْ شَاءَ فَسَخَ " (9)

اگر ان کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے کرایا تو ان کو بلوغت کے بعد اختیار حاصل ہے، چاہے تو نکاح قائم رکھے، چاہے تو رد کریں۔

یہی رائے امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کی ہے، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی ان کو اختیار نہیں ہے۔

احناف میں سے طرفین کی رائے یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کیے ہوئے نکاح اگر لڑکی یا لڑکا بلوغت کے بعد قبول کرے یا رد کرے ان کو اختیار ہے، اور امام ابو یوسفؒ کی رائے ان کے خلاف ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کیے گئے نکاح میں بھی ان کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

مالکیہ

امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کی رائے یہ ہے کہ باپ اپنی بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے، خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، اور اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ بالغہ سے اجازت لے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"ويجوز عقد الأب على ابنته الصغيرة بطرًا كانت أو ثيبًا. ويجوز عقده على البكر البالغ بغير إذنها، والاختيار أن يستأذنها قبل العقدعليها" (10)

باپ کا اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح کرانا جائز ہے، خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ اور اسی طرح بالغہ باکرہ کا نکاح بھی بغیر اس کی اجازت کے کر سکتا ہے۔ اور باپ کو یہ بھی اختیار ہے کہ بیٹی سے عقد سے پہلے اجازت لے۔

اسی طرح ابن عاصم النمری الکافی فی فقہ اہل المدینہ میں لکھتے ہیں:

" وللرجل أن يزوج ابنته الصغيرة بكرا كانت أو ثيبا ما لم تبلغ المحيض بغير اذنها وكذلك عند مالك له أن يزوج البكر البالغ كما يزوج الصغيرة ولا رأي للبكر مع ابيها" (11)

آدمی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی صغیرہ نابالغ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرائے، خواہ باکرہ ہو یا شوہر دیکھا ہو، اور امام مالکؒ کے نزدیک باکرہ بالغہ کا نکاح کرانا بھی اسی طرح جائز ہے جس طرح صغیرہ کا جائز ہے، اور باپ کی موجودگی میں بیٹی کی رائے معتبر نہیں ہے۔

آگے کہتے ہیں کہ البتہ باکرہ بالغہ سے عقد سے پہلے اجازت لینا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں۔ اور اگر باپ نے باکرہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کفو میں کرایا تو یہ بھی جائز ہے جیسا کہ صغیرہ کا جائز ہے (12)

فقہائے مالکیہ کے نزدیک باپ بالغہ کا نکاح بغیر اس کے اذن کر سکتا ہے، اور باپ کے ہوتے ہوئے بیٹی کا کوئی اختیار نہیں ہے، البتہ یہ ان کے نزدیک بھی بہتر اور مستحب ہے کہ بالغہ سے اجازت لی جائے۔

شوافع

شوافع علما کا مذہب یہ ہے کہ صغیرہ بیٹی سے اجازت اگرچہ مستحب ہے لیکن اس کا نکاح باپ دادا اس کی اجازت کے بغیر کرا سکتے ہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں

" وَلِلْأَبِ تَزْوِيجُ الْبِكْرِ صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً بِغَيْرِ إِذْنِهَا، وَيُسْتَحَبُّ اسْتِئْذَانُهَا، وَلَيْسَ لَهُ تَزْوِيجُ ثَيِّبٍ إِلَّا بِإِذْنِهَا، فَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً لَمْ تُزَوَّجْ حَتَّى تَبْلُغَ، وَالْجَدُّ كَالْأَبِ عِنْدَ عَدَمِهِ"(13)

باپ کے لیے اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح اس کے اذن کے بغیر کرانا جائز ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ البتہ اس سے اجازت لینا مستحب ہے۔ اور ثیبہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرا سکتا ہے، اور اگر صغیرہ ہو تو اس کا نکاح بڑی ہونے تک نہیں کرائے گا۔ اور دادا باپ کی غیر موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔

فقہائے شوافع اس کے قائل ہیں کہ باکرہ سے اجازت ہے تو مستحب لیکن ضروری نہیں ہے، اور ثیبہ کو بغیر اس کی اجازت کے نکاح نہیں کر سکتا۔ اور جب باپ نہ ہو تو دادا باپ کے حکم میں ہے، باپ کے قائمقام ہے۔ یعنی وہ بھی کر سکتا ہے۔

حنابلہ

فقہائے حنابلہ فرماتے ہیں کہ باپ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر

کرے، اور جب کفو میں کریں تو اس میں کوئی اختلاف بھی نہیں، یعنی اس میں کفو کا خیال رکھنا ضروری ہے، ابن قدامہ المقدسیؒ لکھتے ہیں:

" فللأب تزويج ابنته البكر الصغيرة التي لم تبلغ تسع سنين بغير خلاف إذا وضعها في كفاءة"

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ باپ کو اپنی باکرہ، صغیرہ بیٹی کے نکاح کا اختیار ہے، جب تک وہ نو سال تک نہ پہنچی ہو، البتہ یہ شرط ہے کہ نکاح کفو میں کیا ہو۔

ابن منذر فرماتے ہیں

" أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم أن نكاح الأب ابنته الصغيرة جائز إذا زوجها من كفء يجوز له ذلك مع كراهتها وامتناعها"

کہ جتنے علما کا ہمیں علم ہے ان کا اجماع ہے کہ باپ کا اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے جب وہ کفو میں کرائے، اگرچہ وہ اس کو برا سمجھے اور منع کرے۔

اور آگے فرماتے ہیں:

" ولا إذن لها يعتبر وقالت عائشة تزوجني النبي صلى الله عليه وسلم وأنا ابنة ست وبنابي وأنا ابنة تسع متفق عليه ومعلوم أنها لم تكن في تلك الحال ممن يعتبر إذنها " (14)

اس کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے نکاح پہ لیا تو میں چھ سال کی تھی اور جب میری شادی ہوئی تو میں نو سال کی تھی۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے نقل کی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس حال میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی اجازت معتبر نہیں تھی۔

ابن قدامہؒ دوسری جگہ لکھتے ہیں:

" أما الثيب الكبيرة فلا يجوز للاب ولا لغيره تزويجها إلا باذنها في قول عامة أهل العلم إلا الحسن فانه قال له تزويجها وان كرهت"

رہا معاملہ ثیبہ کبیرہ کا، تو عام اہل علم کے نزدیک اس کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کسی کے لیے بھی جائز نہیں ہے خواہ وہ باپ ہو یا دوسرا کوئی ولی، البتہ حسنؒ فرماتے ہیں کہ باپ بیٹی کا نکاح کر سکتا ہے اگرچہ یہ ثیبہ بیٹی برا کیوں نہ مانے۔

امام نخعی فرماتے ہیں باپ ثیبہ کبیرہ بیٹی کا اس صورت میں نکاح کر سکتا ہے جب کہ وہ اس کی کفالت میں ہو، اور جب وہ اس کی کفالت میں نہ ہو بلکہ اپنے عیال کے ساتھ اپنے گھر میں ہو تو پھر اس سے اجازت طلب کرے گا۔

اسماعیلؒ بن اسحاق کہتے ہیں کہ شیبہ کے حوالے سے امام حسنؒ کی رائے شاذ ہے، مجھے معلوم نہیں ہے کہ کسی نے ان کی اس رائے کو اختیار کیا ہو، بلکہ اہل علم نے اس سے اختلاف کیا ہے۔[15]

خلاصہ بحث

اس مسئلہ میں فقہا کی آرا کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں اتفاق ہے کہ نابالغ لڑکی کا نکاح اگر باپ داد نے کیا ہو تو اس کو بلوغت کے بعد اختیار نہیں، اور اگر کسی اور ولی نے کیا تو اس کو اختیار حاصل ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اس مسئلے پر سوالات اٹھائے ہیں، جن میں ایک یہ ہے، کہ ھدایہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ باپ دادا چونکہ کامل الرائے اور وافر الشفقت ہوا کرتے ہیں لھٰذا جب وہ نکاح کریں تو پھر صغیرہ کو بلوغت کے بعد اختیار نہیں ہے۔ تو مولانا مودودیؒ نے لکھا کہ اگر یہی کامل الرائے اور وافر الشفقت کی بات ہے تو یہ تو بالغہ کے لیے بھی ہے وہاں تو سب اس پہ متفق ہیں کہ اس کا نکاح اس کے اذن کے بغیر باپ دادا بھی نہیں کرسکتے ہیں۔ لھٰذا! صغیرہ کو بھی بلوغت کے بعد اسی طرح اختیار دینا چاہیے۔

اس مسئلہ میں مولانا کی بات صائب معلوم ہوتی ہے کہ باپ دادا یقیناً وافر الشفقت ہوا کرتے ہیں، لیکن یہ تو بالغ بچوں کے لیے بھی ہوتے ہیں، لھٰذا صغیرہ کو بھی اختیار دینا چاہیے کہ وہ قبول کرے یا رد کرے، تاکہ ان کی آئندہ زندگی اجیرن نہ ہو۔

مسئلہ خیار بلوغ کی شرط

خیار بلوغ اس کو کہتے ہیں کہ لڑکی کا چھوٹی عمر میں نکاح کیا جائے تو بالغ ہوتے ہی اس کو اختیار حاصل ہے، کہ وہ قبول کرے یا رد کرے۔ سید سابقؒ تعریف کرتے ہیں:

"إذا عقد غير الاب والجد للصغير أو الصغيرة، ثم بلغ الصغير أو الصغيرة، فمن حق كل منهما أن يختار البقاء على الزوجية أو إنهاءها، ويسمى هذا خيار البلوغ، فإذا اختار إنهاء الحياة الزوجية كان ذلك فسخا للعقد"[16]

خیار بلوغ اس کو کہتے ہیں، کہ جب باپ یا دادا کے علاوہ کوئی اور رشتہ دار صغیر یا صغیرہ کا نکاح کرائے، اور پھر وہ بالغ ہو جائیں تو وہ دونوں (صغیرہ یا صغیر) کا حق ہے کہ اس نکاح کو قبول یا رد کریں۔ اور اگر انھوں نے حیات الزوجیۃ (یعنی نکاح کو) رد کر دیا تو یہ عقد فسخ ہو جاتا ہے۔

مولانا مودودی کی رائے

اس مسئلہ میں فقہاء جو شرائط لگاتے ہیں، ان کے بارے میں مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں فقہاء کا ایک دوسرا اجتہادی مسئلہ بھی محل نظر ہے۔ باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نابالغہ کا نکاح کیا تو اس کو بالغ ہوتے ہی اختیار رد یا قبول حاصل ہے، مگر شرط یہ ہے کہ بلوغ کی پہلی علامت ظاہر ہوتے ہی بلا تاخیر وہ اپنی نارضامندی کا اظہار کردے، پہلے حیض کا خون ظاہر ہوتے ہی فوراً اظہار نہ کیا تو خیار باطل ہو گیا، لطف یہ ہے کہ شرط صرف باکرہ کے لیے رکھی گئی ہے، ثیبہ اور اور نابالغ لڑکے کے لیے یہ حکم ہے کہ بالغ ہونے کے بعد جب تک وہ اپنی رضا کی تصریح نہ کرے ان کو خیار فسخ حاصل ہے۔

یہ جو شرط صغیرہ نابالغہ کے لیے رکھی گئی ہے، قرآن وسنت میں ہمیں اس کی کوئی دلیل نہیں ملی ہے، بلکہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اس میں بھی ترمیم کی ضرورت ہے، خیار فسخ کو بلوغت کے ساتھ مشروط کرنے کی واحد علت ہے کہ بندہ بالغ ہو کر برے اور بھلے کی تمیز کر سکتا ہے، لیکن اس کا یہ معنی نہیں کہ بلوغت کی پہلی علامت ظاہر ہوتے ہی اس میں ایک غیر معمولی انقلاب رونما ہوجاتا ہے، اور آناً فاناً اس میں رائے قائم کرنے کی صلاحتیں ابھر آتی ہیں، تاہم مان لیا جائے کہ ایسا ہوتا ہے تو ثیبہ اور نابالغ لڑکے کا حال باکرہ کے حال سے مختلف نہیں ہو سکتا، پس ان دونوں کے خیار بلوغ اس وقت تک ممتد کیا گیا ہے جب تک وہ قولاً یا فعلاً اپنی رضا کی تصریح نہ کردیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ آخر باکرہ ہی کو کیوں سوچنے سمجھنے اور رائے قائم کرنے کے لیے کافی وقت نہ دیا جائے، ایک ناتجربہ کار دوشیزہ بہ نسبت ایک ثیبہ اور ایک نوجوان مرد کے اس کی زیادہ مستحق ہے، کیونکہ وہ غریب تو ان دونوں سے زیادہ ناتجربہ کار ہے۔"(17)

احناف

احناف کی رائے یہ ہے کہ باکرہ صغیرہ کا خیار اس کے بالغ ہونے تک ہے، اور جب فوراً خیار استعمال نہیں کیا تو باطل ہو جاتا ہے، امام برھان الدین المرغینانی بدایۃ المبتدی میں لکھتے ہیں:

"وخيارالبلوغ فِي حق الْبكر لَا يَمْتَد إِلَى آخر الْمجْلس وَلَا يبطل بِالْقيامِ فِي حق الثّيّب"(18)

باکرہ کے حق میں خیار بلوغ مجلس کے اختتام تک نہیں جاتا، اور ثیبہ کا خیار، مجلس سے اٹھنے پر بھی باطل نہیں ہو جاتا۔

شیخ جمال الدین البابرتیؒ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

کہ اس سے مراد ہے

" يَعْنِي مَجْلِسَ بُلُوغِهَا بِأَنْ رَأَتْ الدَّمَ وَقَدْ كَانَ بَلَغَهَا خَبَرُ النِّكَاحِ فَسَكَتَتْ أَوْ مَجْلِسُ بُلُوغِ الْخَبَرِ بِالنِّكَاحِ فَسَكَتَتْ ، بَلْ يَبْطُلُ بِمُجَرَّدِ السُّكُوتِ فِي الْوَجْهَيْنِ جَمِيعًا "(19)

لڑکی کی مجلس بلوغ سے مراد یہ ہے کہ جب اس نے حیض کا خون دیکھا اور اس کو اپنے نکاح کی خبر تھی، اور اس وقت اس نے سکوت اختیار کرلی، یا اس سے مراد یہ ہے کہ اس کو نکاح کی خبر پہنچ گئی اور سکوت اختیار کرلی، بلکہ دونوں صورتوں میں مجرد سکوت کی وجہ سے اس کا اختیار باطل ہو جاتا ہے۔

مالکیہ

فقہائے مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ باپ کے لیے اپنی بیٹی صغیرہ کے نکاح کرنے کی بھی اجازت ہے اور باکرہ بالغہ کے بھی، خواہ اجازت لی ہو یا نہیں، البتہ باکرہ بالغہ سے اجازت لینا مستحب قرار دیا ہے، باقی رہی خیار بلوغ کی شرائط تو ان کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ابو عمر یوسف الکافی میں لکھتے ہیں:

" وإذا زوج الولي المرأة بغير اذنها ثم علمت بذلك فاجازته بقرب ذلك جاز وإلا لم يجز "[20]

جب ولی کسی عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرے پھر اس کو پتا چلے اور جلدی ہی اجازت دے دی تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

ابو محمد عبد الوھاب نے المعونۃ علی مذہب امام المدینۃ میں لکھا ہے:

جب یہ ثابت ہوا کہ وصی ولی ہوتا ہے، تو وہ باکرہ بالغہ کا اس کی اجازت سے نکاح کر سکتا ہے (اجازت کے بغیر نہیں) کیونکہ اجبار میں باپ کا کوئی قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے، اور باپ کے لیے یہ جائز بھی نہیں ہے کہ وصی کو اجبار کرنے والا بنادے، کیونکہ باپ کو یہ اختیار ایسی وجوہات سے حاصل ہے، جن کا رجوع کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔

پھر آگے فرماتے ہیں:

" فإن كانت البكر صغيرة انتظر بلوغها ثم استأذنها إلا أن يكون الأب عيَّن له من يعقد عليها، فله أن يعقد عليها حال صغرها لأن ذلك الإجبار من الأب"[21]

اگر باکرہ صغیرہ ہے تو اس کے بلوغ تک انتظار کیا جائے اور پھر اس سے اجازت لی جائے گی، ہاں اگر باپ نے کسی کو اپنی بیٹی کے عقد کے لیے متعین کیا تو پھر اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس بیٹی کا نکاح صغر ہی میں کرے، کیونکہ یہ اجبار اصل میں باپ کی طرف سے ہے۔

الکافی فی فقہ اہل المدینۃ میں تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے:

" آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرے، باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، جب تک بالغہ نہ ہوئی ہو۔ اور اسی طرح امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ باکرہ بالغہ کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر کر سکتا ہے جیسا کہ صغیرہ کا کر سکتا ہے، باپ کی موجودگی میں باکرہ کی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، البتہ باکرہ بالغہ سے اجازت

لینا مستحب ہے واجب نہیں ہے، اگر اس باکرہ بالغہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کفو میں کیا تو جائز ہے جیسا کہ صغیرہ کا جائز ہے۔" [22]

شوافع

فقہائے شوافع کے نزدیک بلوغ سے پہلے باپ دادا کے علاوہ کوئی ولی نکاح نہیں کر سکتا، امام نوویؒ لکھتے ہیں:

" وَلِلْأَبِ تَزْوِيجُ الْبِكْرِ صَغِيرَةً أَوْ كَبِيرَةً بِغَيْرِ إِذْنِهَا، وَيُسْتَحَبُّ اسْتِئْذَانُهَا، وَلَيْسَ لَهُ تَزْوِيجُ ثَيِّبٍ إِلَّا بِإِذْنِهَا، فَإِنْ كَانَتْ صَغِيرَةً لَمْ تُزَوَّجْ حَتَّى تَبْلُغَ، وَالْجَدُّ كَالْأَبِ عِنْدَ عَدَمِهِ"[23]

باپ کے لیے اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح اس کے اذن کے بغیر کرانا جائز ہے، خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ البتہ اس سے اجازت لینا مستحب ہے۔ اور ثیبہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرا سکتا ہے اگر صغیرہ ہو تو اس کا نکاح بڑی ہونے تک نہیں کرائے گا۔ اور دادا باپ کی غیر موجودگی میں باپ کی طرح ہے۔

تو لھٰذا امام مالکؒ کی طرح شوافع کے مسلک میں بھی خیار بلوغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حنابلہ

حنابلہ کے نزدیک ہر حال میں باپ کو جائز ہے کہ اپنی بیٹی کا نکاح کرے، جب کفو میں ہے تو خواہ وہ پسند کرتی ہو یا ناپسند، ہر صورت میں اس کو کوئی اختیار نہیں ہے، امام ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

" وَإِذَا زَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ ، فَوَضَعَهَا فِي كَفَاءَةٍ ، فَالنِّكَاحُ ثَابِتٌ ، وَإِنْ كَرِهَتْ ، كَبِيرَةً كَانَتْ أَوْ صَغِيرَةً .أَمَّا الْبِكْرُ الصَّغِيرَةُ ، فَلَا خِلَافَ فِيهَا .

قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ أَجْمَعَ كُلُّ مَنْ نَحْفَظُ عَنْهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ ، أَنَّ نِكَاحَ الْأَبِ ابْنَتَهُ الْبِكْرَ الصَّغِيرَةَ جَائِزٌ ، إِذَا زَوَّجَهَا مِنْ كُفْءٍ ، وَيَجُوزُ لَهُ تَزْوِيجُهَا مَعَ كَرَاهِيَتِهَا وَامْتِنَاعِهَا "[24]

جب آدمی اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح کفو میں کرے، تو نکاح ثابت ہے اگرچہ وہ برا مانے، کبیرہ ہو یا صغیرہ، اور باکرہ صغیرہ میں تو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابن منذر فرماتے ہیں کہ جتنے اہل علم ہم جانتے ہیں ان کا اجماع ہے کہ باپ کے لیے اپنی صغیرہ بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے جب کفو میں کرے، حتی کہ بیٹی انکار بھی کرے، یا برا مانے لیکن باپ کے لیے اس کا نکاح جائز ہے۔

خلاصہ بحث

اس مسئلہ میں خیار بلوغ میں جو شرط فقہائے احناف لگاتے ہیں کہ بالغ ہوتے ہی اسی مجلس میں فیصلہ نہ کیا تو خیار ختم ہو گیا، یہ محل نظر ہے، اور جیسا کہ سید مودودیؒ نے فرمایا کہ اس میں بلوغت کے ساتھ کوئی ایسا فوری انقلاب تو

نہیں آتا کہ جلدی جلدی اپنا فیصلہ کر جائے، لھٰذا جیسا کہ ثیبہ اور نابالغ لڑکے کو سوچ و فکر کا موقع دیا جاتا ہے اسی طرح صغیرہ کو بلوغت کے بعد اتنا موقع دیا جائے کہ اس میں اتنا شعور آجائے کہ وہ سمجھ سکے کہ یہاں میرا نکاح کیسا ہے، اور پھر اظہار کرے۔

---

[1])مودودی۔ سید ابو الاعلیٰ، رسائل و مسائل، اسلامک پبلیکشنز لاہور، 2014، ج2، ص26۔125

[2]) السرخسي -محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة (المتوفى 483هـ)، المبسوط، دار المعرفة-بيروت، تاريخ النشر1993م، ج5،ص10

[3]) المالكي.القاضي أبو محمد عبد الوهاب (422هـ)، الإشراف على نكت مسائل الخلاف، دار ابن حزم، الطبعة الأولى، 1420هـ ج2،ص286

[4]) القرطبي محمد بن أحمد (المتوفى595هـ)، بداية المجتهد ونهاية المقتصد،دار الحديث-القاهرة، تاريخ النشر 1425هـ ،ج3ص37-36

[5]) أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني،سنن أبي داود، دار الكتاب العربي . بيروت، ج2،ص196

[6]) الشافعي-محمد بن إدريس ، الأم، دار المعرفة-بيروت، الطبعة الثانية ، 1393، ج7،ص222

[7]) ابن قدامة المقدسي أبو محمد، الكافي في فقه الإمام المبجل أحمد بن حنبل،ج3،ص9

[8])مودودی۔ سید ابو الاعلیٰ، حقوق الزوجین، ص112-117

[9]) الرومي البابرتي- أكمل الدين أبو عبد الله ابن الشيخ شمس الدين ابن الشيخ جمال الدين (المتوفى 786هـ)، العناية شرح الهداية-دار الفكر، ج3،ص277

[10]) ابن الجَلَّاب المالكي-عبيد الله بن الحسين بن الحسن أبو القاسم (المتوفى378هـ)، التفريع في فقه الإمام مالك، دار الكتب العلمية، بيروت -لبنان، الطبعةالأولى، 1428 هـ ،ج1،ص362

[11]) ابن عاصم النمري القرطبي-أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر (المتوفى463هـ)، الكافي في فقه أهل المدينة، مكتبة الرياض الحديثة- الرياض-المملكة العربية السعودية، الطبعةالثانية، 1400هـ، ج2،ص523

[12]) ابن عاصم النمري القرطبي-أبو عمر يوسف بن عبد الله بن محمد بن عبد البر (المتوفى463هـ)، الكافي في فقه أهل المدينة،مكتبة الرياض الحديثة- الرياض-المملكة العربية السعودية، الطبعةالثانية، 1400هـ، ج2،ص523

[13]) النووي-أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (المتوفى 676هـ)، منهاج الطالبين وعمدة المفتين، دار الفكر الطبعةالأولى 2005م، ص304

[14]) ابن قدامة المقدسي، الشرح الكبير على متن المقنع، دار الكتاب العربي للنشر والتوزيع، ج7، ص386

[15]) ابن قدامة المقدسي(المتوفي سنة 682 هـ)، الشرح الكبير،والنشر،القاهرة- مصر،الطبعةالأولى، 1995،ج7،ص389

[16]) سيد سابق (المتوفى- 1420هـ)،فقه السنة، دار الكتاب العربي، بيروت لبنان، الطبعةالثالثة، 1977 م ج2، ص314

[17]) مودودی۔ سید ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ص118-119

[18]) المرغيناني- أبو الحسن برهان الدين،متن بداية المبتدي، امكتبة ومطبعة محمد علي صبح–القاهرة، ص60

[19]) البابرتي-الشيخ جمال الدين الرومي (المتوفى: 786ھ)، العناية شرح الهداية، دار الفكر، ج3،ص282

[20]) القرطبي-أبو عمر يوسف بن عبد الله،الكافي في فقه أهل المدينة المالكي، مكتبة الرياض الحديثة، الرياض،الطبعةالثانية، 1400ھ، ج2،ص528

[21]) البغدادي المالكي-أبو محمد عبد الوهاب (المتوفى 422ھ)، المعونة على مذهب عالم المدينة «الإمام مالك بن أنس»، لمكتبة التجارية، مصطفى أحمد الباز-مكة المكرم، ص734

[22])الكافي في فقه أهل المدينة المالكي، مكتبة الرياض، الرياض، المملكة العربية السعودية، الطبعةالثانية،ج2، ص523

[23]) النووي-أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف (المتوفى676ھ)، منهاج الطالبين وعمدة المفتين، دار الفكر، الطبعة الأولى 2005م، ص304

[24]) المغني في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني، ج7، ص379